

عہد نبوی کی ابتدائی مہمیں

محرمات، مسائل اور مقاصد

تعلیقات و حواشی

(۱۰)

از جناب ڈاکٹر محمد حسین مظہر صدیقی استاد شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۵۹۔ تفسیر طبری، مرتبہ محمود محمد شاگر، مصر ۱۹۵۸ء، ص ۲۴۳-۵۱، نے چھ احادیث اور اتنے ہی آثار کا ذکر کیا ہے جن کے مطابق مذکورہ بالا چار مہینے ایام جاہلیت سے حرام چلے آ رہے تھے اور اسلام میں بھی برقرار رہے۔ حضرت ابن عمر وغیرہ متعدد صحابہ کرام کی سند پر مروی آیات کے مطابق ان مہینوں کی حرمت کا واضح ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے اپنے آخری خطبہ میں منیٰ میں کیا تھا۔ اس روایت کی تصدیق کتب سیر و تاریخ سے بخوبی ہوتی ہے ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۶۵۱۔ خاص کر مترجم کلیوم کا حاشیہ ۲ جس میں انھوں نے ایک مستشرق کے اس خیال کی تردید کی ہے کہ رجب مضر کو مضر اس لئے کہا جاتا تھا کہ مضر تو اس ماہ کو محترم و حرام سمجھتے تھے جبکہ دوسرے عرب اس کی حلت کے قائل تھے۔ مترجم کا خیال ہے کہ برڈنل (Brennle) کے ایڈیشن میں ص ۴۴۹ پر لفظ کو تادمہ پڑھا گیا ہے جبکہ وہ اصلاً تحرّمہ ہے۔ اگر

یہ دلیل مان لی جائے تو وارث اور دوسرے مستشرق مورخین کے ماہِ رجب میں مسلمانانِ مدینہ کے حملہ پر اعتراض غلط ثابت ہوتا ہے اور اس سے خود اپنی دلیلوں کی کمزوری نمایاں ہوتی ہے۔

۱۶۰۔ مثلاً سورہ بقرہ آیات ۹۳-۹۰؛ سورہ بقرہ آیات ۲۱۷ اور ۲۲۴؛ سورہ مائدہ آیت ۲ اور ۹۱-۹۷۔ ملاحظہ کیجئے تفسیر طبری، اول ص ۶۹-۵۶۲، تفسیر ابن کثیر، اول ص ۲۲۸ وغیرہ۔

۱۶۱۔ یہ خیال ایم پلیسنر (M. Plessner) نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اپنے دو مضامین جو بالترتیب محرم اور رجب کے مقدس مہینوں کے بارے میں ہیں ظاہر کیا ہے ملاحظہ ہو اتم یعنی طبع اول۔ مونٹگری واٹ نے اس خیال سے اتفاق کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مذکورہ بالا ص ۱۔ نیز اے ڈی ایچ (A.Dh) نے بھی یہی خیال پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق کا بروئل ایڈیشن ص ۴۴۹ اور ابن اسحاق انگریزی ترجمہ ص ۶۵۱، حاشیہ ۲۔

۱۶۲۔ قرآن مجید کی آیت کریمہ (سورہ توبہ ۳۷) میں ”نسی“ کا ذکر ہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ کیجئے تفسیر طبری، جلد ۱۳، ص ۲۳۴-۲۳۲۔ طبری نے پہلے نسی کی لغوی تحقیق کی ہے اور اس کی مختلف قراءات بیان کی ہیں پھر آیت قرآنی کے ایک حصہ کہ ”وہ اس کو ایک سال حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال حرام رکھتے ہیں“ کے معنی بیان کئے ہیں۔ اہل تاویل و تفسیر کے نزدیک اس کی جو تشریح و تعبیر تھی وہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ محرم کو صفر بنا کر حلال کر لیتے تھے اور اس میں حملے کرتے، مال لوٹتے اور غارت گری کرتے تھے اور پھر دوسرے سال محرم کو حرام قرار دیتے تھے۔ مہینوں کی ترتیب میں وہ ایک برس محرم کو خارج کر دیتے تھے اس طرح حج ماہ ذوالقعدہ میں پڑتا تھا۔ طبری کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر نے ۹ھ میں اپنی امارت میں جو حج کیا تھا وہ ذوالقعدہ

میں ہوا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ کے اپنے آخری حج میں اسلامی تقویم کی قدیم ترتیب بحال کر دی تھی اور حج اپنے زمانے یعنی ماہ ذوالحجہ میں انجام دیا گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ ان الزمان قد استدار کثیرا یوم خلق اللہ السموات والارض بلاریب زمانہ۔ وقت۔ اپنی اسی حالت پر لوٹ آیا ہے جس پر وہ اس دن تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا (طبری نے متعدد احادیث و آثار بیان کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ”نسی“ عام طور سے ہوازن، غطفان، بنو سلیم اور کنانہ کے بعض خاندانوں میں رائج تھی۔ ماخذ و مصادر اور کتب جدیدہ میں اس موضوع پر بحث کے لئے ملاحظہ کیجئے:

لیون کیتانی، مذکورہ بالا، اول ص ۳۵۶ وغیرہ، بہل، محمد ص ۳۵ وغیرہ؛ پلیسز کا مضمون محرم پر مذکورہ بالا، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، طبع اول۔
محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ (انگریزی) ص ۹ حوالہ ۲؛ نیز ان کا مضمون، جنرل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، اکتوبر ۱۹۶۸ء، جلد ۱۹ ص ۲۱۳؛ واٹ، محمد مدینہ میں، مذکورہ بالا، ص ۳۹۹-۲۹۹۔

۱۶۳۔ لیون کیتانی، پلیسز، مونٹگمری واٹ اور تمام دوسرے مستشرقین کے مطابق جو مقدس مہینوں کے بارے میں اس خیال کے قائل ہیں کہ مختلف علاقے مختلف مہینوں کی حرمت کے قائل تھے یہ عین ممکن تھا کہ مدینہ کے انصار رجب کی حرمت کے قائل نہ رہے ہوں۔
پھر ان کو تقدیس ماہ حرام کی خلاف ورزی کا مطعون یا مورد الزام کیوں بنایا جاسکتا ہے؟

۱۶۴۔ مضمون نبرا کا ص ۳۔

۱۶۵۔ ایضاً۔

۱۶۶ ص ۳۳ مذکورہ بالا۔

۱۶۷۔ ص ۲۹ اور ص ۳۳ بالا۔

۱۶۸۔ حضرت عبداللہ بن حبش قبیلہ اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے اس لئے اسدی کہلاتے تھے۔ وہ مکہ کے دو عظیم خاندانوں بنو ہاشم اور بنو امیہ سے یکساں قریبی تعلقات بیک وقت رکھتے تھے۔ اول الذکر سے ان کا ننہالی رشتہ تھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بن عبدالمطلب کے فرزند اور آپ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور بنو امیہ کے حلیف تھے خاص کر ابوسفیان بن حرب اموی سے ان کے بہت قریبی حلف کے تعلقات تھے۔ مکہ کے ان دونوں خاندانوں سے یہ تعلقات ان کے والد حبش بن رباب اسدی نے قائم کئے تھے۔ حضرت عبداللہ ابتدائی مسلمان تھے اور دار ارقم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام سے قبل اسلام لائے تھے۔ وہ مہاجرین حبشہ میں شامل تھے اور مکہ والوں کے اسلام کی خبر سن کر لوٹ آئے تھے اور پھر وہاں اپنی ہجرت مدینہ تک مقیم رہے تھے۔ وہ ابتدائی مہاجرین مدینہ میں سے تھے۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۱۱۶، ص ۱۳۶، ص ۱۶۸ وغیرہ؛ ابن سعد، سوم۔

۱۶۹۔ حضرت ابو حذیفہ مکہ کے ایک عظیم ترین سردار عقبہ بن ربیعہ کے فرزند اور خاندان بنو عبد شمس بن عبد مناف کے ایک بڑے رکن تھے۔ یہ خاندان بنو امیہ سے بہت قریب تھا اور حقیقتاً اس کو بھی اموی ہی سمجھا جاتا ہے۔ حضرت ابو حذیفہ اپنی کنیت سے زیادہ معروف ہیں ورنہ ان کا اصل نام ابن ہشام کے مطابق رہشتم تھا۔ وہ بھی ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں۔ ابن اسحاق نے ان کو پہلے چالیس مسلمانوں میں شمار کیا ہے۔ انھوں نے بھی حبشہ کو ہجرت کی تھی اور پھر مکہ والوں کے اسلام لانے کی خبر سن کر واپس آ گئے تھے اور مکہ میں مقیم رہے تا آنکہ اجازت نبوی ملنے کے بعد مدینہ کو ہجرت کی اور پہلے مہاجرین میں شمار ہوئے۔ ملاحظہ کیجئے۔

ابن اسحاق ص ۱۱، ص ۱۲، ص ۱۶ وغیرہ؛ ابن سعد، سوم ص ۸۲۔

۱۴۰۔ بنو مخزوم اور بنو امیہ کے درمیان تعلقات کے لئے ملاحظہ ہو واٹ، محمد مکہ میں ص ۵۔

۱۴۱۔ قریش کی مدینہ سے مخالفت و دشمنی کے پس منظر اور اس پر بحث کے لئے ملاحظہ کیجئے مشہل نعمانی، سیرت النبی، اول ص ۳۰۹-۳۰۵۔

۱۴۲۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ مذکورہ بالا۔

۱۴۳۔ مکی سماج کے جس معتدل طبقہ نے جنگ بدر کو براہ راست یا بالواسطہ روکنے کی کوشش کی تھی اس میں عتبہ بن ربیعہ اموی اور اس کا بھائی شیبہ، عمیر بن وہب جمحی، حکیم بن حزام اسدی وغیرہ شامل تھے جبکہ جنگ بھڑکانے والے بیشتر بنو مخزوم سے تھے خاص کر ابو جہل مخزومی، اسود بن عبدالاسد مخزومی وغیرہ۔ ملاحظہ ہو۔۔۔ ابن اسحاق ص ۹۹-۲۹۴ جہاں تک قریش مکہ کے معتدل و نرم و طبقہ کا تعلق ہے تو اس میں مختلف بطون (خاندانوں) شاخوں کے لوگ شامل تھے۔ ان میں ہشام بن عمرو، زہیر بن ابوامیہ بن مغیرہ، مطعم بن عدی، ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود کے علاوہ عتبہ بن ربیعہ اموی، شیبہ بن ربیعہ اموی، ابوسفیان بن حرب اموی، سعید بن العاص اموی وغیرہ شامل تھے۔ یہ لوگ اسلام کے مخالف ضرور تھے لیکن مسلمانوں کی بیخ کنی یا مسلح کشمکش کے قائل نہ تھے جیسا کہ مکہ میں مسلمانوں کے قریشی مقاطعہ کے مسئلہ یا جنگ بدر کے معاملہ پر ان کے طرز عمل سے واضح ہوتا ہے۔ اسی طرح شدید مخالفت اور جنگ جہاد کا حامی اور اسلام کی یکسر و مکمل بیخ کنی کا قائل طبقہ بھی قریش کے مختلف طبقات کے افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں ابو جہل مخزومی، امیہ بن حطف جمحی، اور اس کا بھائی عمرو، نبیہ بن حجاج سہمی اور اس کا بھائی منبہ، عاص بن وائل سہمی، عقبہ بن ابی معیط اموی، ابولہب ہاشمی اور سفیان بن حارث ہاشمی وغیرہ کافی ممتاز تھے۔ ملاحظہ کیجئے :-

ستمبر ۱۹۸۳ء

۱۴۰

برہان دہلی

ابن اسحاق ص ۱۱۹، ص ۱۳۳، ص ۱۴۳-۱۴۵، ص ۱۵۹، ص ۱۶۰، وغیرہ۔

(۱۴۴) کتاب المجمر، ص ۱۱۱

(۱۴۵) مثلاً ابن اسحاق ص ۲۸۶

(۱۴۶) ابن ہشام، چہارم ص ۶۰۸، میں ۲۴ غزوات اور ۳۸ سرایا یعنی کل مہموں کی تعداد

۶۵ بتائی گئی ہے۔ واقدی، مذکورہ بالا، ص اول تا آخر، نے کل مہموں کی تعداد ۴۴

بیان کی ہے۔ ابن سعد دوم ص ۶۱، اور بلاذری، انساب الاشراف، اول ص ۳۸۴-۳۸۵

نے واقدی کا اتباع مکمل طور سے کیا ہے۔ طبری، دوم ص ۴، نے ابن اسحاق اور واقدی

کی اتباع تو کی ہے مگر بعض مہموں کا ذکر نہیں لیا ہے۔ جیسے قتل کعب بن اشرف کے لیے،

سربہ محمد بن مسلمہ انصاری بعد کے دوسرے سیرت نگاروں نے عام طور سے واقدی

یا ابن اسحاق کی متابعت کی ہے۔ جدید مورخین نے اصلاً ان دونوں مآخذ

پر انحصار کر کے تمام غزوات و سرایا کی تاریخ وار فہرست تیار کی ہے۔ لیکن

انہوں نے اس میں بعض دوسرے مسلمہ مآخذ سے استفادہ کر کے تعداد میں

اضافہ کیا ہے۔ لیون کیتانی، مذکورہ بالا، کی تیار کردہ فہرست غزوات و سرایا

اب تک مکمل جامع اور صحیح سمجھی جاتی رہی ہے اور اسی پر انحصار کر کے مونٹگمری واٹ

محمد مدینہ میں، ص ۳۳۹-۳۴۰، اپنی تازہ ترین فہرست تیار کی ہے جو غالباً مکمل ترین

کہی جاسکتی ہے۔ لیکن محمد بن حبیب بغدادی کے ذکر کردہ غزوات و سرایا میں سے

بعض اور خاص طور سے یہ دو ابتدائی مہمیں اس میں بھی بار نہیں پاسکی ہیں۔ غالباً

ان مورخین کو اس مآخذ کا علم نہیں تھا۔ بہر حال بغدادی کے مطابق کل مہموں کی

تعداد جو ۸۴ تھی جن میں سے ۳۲ غزوات تھے اور ۵۲ سرایا۔ واٹ کے مطابق

ان کی تعداد ۸۹ تھی۔ گویا کہ کل تعداد ان دو غزوات کو شمار کر کے ۹۱ ہوگی۔ واٹ

اور ان کے پیشرو کیتانی نے بتوں کو توڑنے کی متعدد مہموں کو ایک ہی شمار کیا ہے

اگر ان کی تعداد بھی شمار کر لی جائے تو کل میزان کہیں زیادہ ہوگا۔

(۱۷۷) مثلاً ابن اسحاق اور واقدی کے یہاں غزوات و سرایا کی تاریخوں میں کافی زمانی اختلاف ہے اور ظاہر ہے کہ اول الذکر کے معاملے میں اگر اختلاف ہوگا تو آپ کے قیام مدینہ کی مدت از خود مختلف ہوگی۔ ملاحظہ ہو جے ایم بی جونز کا مضمون مذکورہ بالا برترتیب و تاریخ غزوات و سرایا کے نبوی۔

(۱۷۸) حوالہ ص ۱۶۶ سابق۔

(۱۷۹) ملاحظہ کیجیے مجموعۃ الوثائق السیاسة للعہد النبوی والخلافة الراشدة، مرتبہ محمد حمید، قاہرہ ۱۹۳۱ء، ص ۱۳۵ اور ص ۱۶۵ وغیرہ۔

(۱۸۰) محمد بن حبیب بغدادی کی اب تک معروف و معلوم دونوں کتابوں کتاب المجر اور کتاب المنق مرتبہ خورشید احمد فارق، حیدر آباد دکن ۱۹۷۲ء میں بیانیہ انداز کے بجائے اشاراتی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

(۱۸۱) تفصیلات ملاحظہ ہو خاکسار کی انگریزی کتاب مذکورہ بالا کا باب اول خاص کر ص ۲۳-۵

(۱۸۲) ایضاً۔ نیز واٹ، مذکورہ بالا، ص ۲۲۱، برکات احمد، محمد اور یہود

(Muhammad and the Jews) دہلی ۱۹۸۰ء، ص ۳۷-۵، ولہاسن۔

(Welchasan) Arab Kingdom and its Fall۔ لندن

۱۹۷۳ء، ص ۱۱-۱۱۔

(۱۸۳) قریش کو یہ بالادستی کئی وجوہ سے حاصل تھی۔ بنیادی طور سے ان کا مذہبی تشخص کعبہ

کی تولیت و پاسداری کے سبب تھا۔ اور حج کے مذہبی فریضہ، حجاج کے لیے سقایہ

اور افادہ کے فرائض انجام دینے کے سبب ان کو پورے عرب میں مذہبی افضلیت

حاصل تھی اور حج کے موقع پر میلوں ٹھیلوں کی وجہ سے ان کی معیشت کو تجارتی

استحکام کی بدولت فوقیت حاصل ہو گئی تھی۔ جس کو انھوں نے پڑوسی ممالک

(شام، یمن، ایران اور حبشہ) سے تجارتی تعلقات قائم کر کے باعث رشک بنا دیا تھا۔ مذہبی اور اقتصادی تفوق نے ان کو سماجی مرتبہ بھی بخش دیا تھا۔ اور اسی کے نتیجہ میں انھوں نے مختلف بدوی قبائل سے بزرگانہ تعلقات قائم کیے تھے۔ اپنے تجارتی اور قبائلی حریفوں سے کامیابی سے نمٹنے کے لیے انھوں نے ایک عظیم فوجی طاقت بھی جمع کر لی تھی۔ قریش کی بالادستی کے لیے مزید تفصیلات پر ملاحظہ کیجیے: واٹ، محمد مکہ میں *Muhammad At Mecca*

لندن ۱۹۵۳ء، ص ۲۲-۱۔ نیز شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص ۳۰۳۔

(۱۸۴) ہوازن (قیس عیلان) اور نو بکر بن عبد مناة اور خزاعہ، قریش مکہ کے روایتی حریف تھے اور ان کے درمیان کئی جنگیں بھی ہوئی تھیں جن میں جنگ فجار کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان منازعات کے لیے ملاحظہ ہو: ایام العرب فی الجاہلیہ ص ۳۲۲-۳۲۳ وغیرہ۔ (۱۸۵) قریش سے مدینہ والوں کو خطرہ کوئی تصوراتی نہ تھا بلکہ حقیقی تھا۔ قریش مہاجرین مکہ کو کسی قیمت پر اپنے چنگل سے نکلنے نہیں دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ان کو روکنے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن جب وہ سچ بچا کر مکہ سے نکل کر مدینہ بسنے میں کامیاب ہو گئے تو قریش نے ان کو مدینہ سے نکالنے یا واپس لانے کے جتن کیے بالکل اسی طرح جیسے انھوں نے کچھ برس قبل مہاجرین حبشہ کو واپس مکہ لانے کی ناکام کوشش کی تھی۔ محدث ابوداؤد کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد قریش نے مدینہ کے سب سے بااثر سردار عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی کو خط لکھا تھا جس میں مسلمانوں کو قتل کرنے یا جلا وطن کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور بصورت عدم تعمیل جنگ و جارحیت کی دھمکی دی گئی تھی۔ قریش کی اس جارحانہ پالیسی کے سبب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین مسلسل متفکر و متردد رہے، یہاں تک کہ امام نسائی کے مطابق آپ اور آپ کے ساتھی راتیں جاگ جاگ کر گزارتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اکثر گشت

لگایا کرتے تھے۔ مآخذ کے دوسرے متعدد بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش سے مسلمانانِ مدینہ کو شدید خطرہ لاحق تھا۔ ملاحظہ کیجیے: سنن ابی داؤد، باب خبر النضیر؛ سنن نسائی، باب اجلار النضیر؛ بخاری، الجامع الصحیح، باب الجراد (حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمائش رسول پر رات بھر بہرہ دیا تھا)؛ سیوطی، لباب فی اسباب النزول، تفسیر سورۃ نور آیت ۵۵۔

(۱۸۶) ابتدائی مہموں کے بارے میں اہم مآخذ کے افتتاحی کلمات مضمون ہذا میں ہر مہم کے آغاز سے صاف معلوم ہوتے ہیں۔

(۱۸۷) ان مقامات کے مدینہ سے فاصلوں کے لیے ملاحظہ کیجیے: خاکسار کی مذکورہ بالا کتاب (انگریزی) ص ۱۶-۱۵۔

(۱۸۸) ابن اسحاق ص ۲۲۶۔ تمام مآخذ کا اتفاق ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر ہجرت میں معمول کا راستہ یعنی شاہراہ تجارت قریش نے چھوڑ کر ایک دوسرے پیچیدہ راستے سے سفر کیا تھا تا کہ تعاقب اور دشمن کی تاخت سے محفوظ رہ سکیں۔

(۱۸۹) صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ تھی کہ مکہ سے مدینہ آنے والے مسلمانوں یا غیر مسلموں کو واپس کرنا ہوگا جبکہ مدینہ سے مکہ بھاگ جانے والوں پر ایسی کوئی پابندی نہ تھی۔ مکی مسلمانوں کے لیے یہ شرط بڑی تکلیف دہ تھی کہ وہ قریش کے آہنی پنجے اور ظلم و ستم سے کسی طور فرار نہ حاصل کر سکتے تھے لیکن حضرت ابوبصیر نے ان غریب و بے کس مسلمانوں کے لیے ایک نیا دروازہ کھول دیا۔ وہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ پہنچے تو ان کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لیے ازہر بن عبدعوف زہری اور اخنس بن شریق ثقفی نے ایک عامری کو ایک مولیٰ کے ساتھ بھیجا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبصیر عتبہ بن اسید ثقفی کے احتجاج کے باوجود ان کو واپس مکہ بھیج دیا۔ ذوالحلیفہ میں جب ان لوگوں نے قیام کیا تو حضرت ابوبصیر نے اپنے عامری محافظ

کی تلوار کی تیزی کی تعریف کی اور بہانے سے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر ایک وار میں عامری کو مار ڈالا۔ مولیٰ بھاگ کر مدینہ پہنچا اور سارا ماجرا کہہ سنایا پیچھے پیچھے حضرت ابوبصیر بھی بارگاہ نبوی میں پہنچے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے اپنا عہد پورا کر دیا اب آپ پر میری دالسی کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ لیکن آپ نے صحابی موصوف کو جنگ کا بھڑکانے والا بتایا۔ غالباً ابوبصیر نے سمجھ لیا کہ آپ ان کو واپس کر کے ہی رہیں گے۔ چنانچہ وہ از خود ذوالمرہ کے ساحلی مقام العیص میں آکر بس گئے۔ ان کی مثال کی تقلید کرتے ہوئے مکہ کے مسلم گرفتاران بلا ایک ایک کر کے ابوبصیر ثقفی سے العیص میں آکر ملتے گئے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد ستر ہو گئی۔ ادوائیوں نے قریشی کاروانوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود قریش مکہ نے معاہدہ حدیبیہ کی اس شرط کی منسوخی کی درخواست کی جو منظور ہوئی اور مکی مسلمانوں کو بلا خوف و خطر مدینہ آکر رہنا نصیب ہوا تو قریش کو شاہراہ تجارت پر پھر سے بلا روک ٹوک آنے جانے کا موقع ملا۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۵۰۷

(۱۹۰) واٹ، مذکورہ بالا ص ۶۱-۶۲

(۱۹۱) مختلف ہمات کے دوران مسلم جماعتوں کے اپنے علاقوں میں قیام کے لیے ملاحظہ فرمائیے حوالہ جات سابقہ۔ عام حالات میں ایک دن کے اونٹ کے سفر میں تقریباً پندرہ میل طے کیے جاتے تھے۔ ملاحظہ ہو: محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ، (انگریزی) ص ۴۲۔ لیکن سریہ نخلہ میں مسلم جماعت طلیعہ کے سفر اور مدت سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر معمولی حالات میں جب کہ تاخت کرنی ہو یا کسی اور سبب سے جلدی ہو تو اس سے کئی گنا زیادہ سفر کیا جاسکتا ہے۔ وادی ملل مدینہ سے ۲۸ میل کے فاصلہ پر تھی اور مسلم جماعت نے وہ مسافت صرف دو دن میں طے کی تھی۔

(۱۹۲) عہد نبوی کے جاسوسی نظام کے لیے ملاحظہ ہو، محمد حمید الدین، عہد نبوی کے میدان جنگ (انگریزی)، ص ۶-۵۸؛ فوجی جاسوسی نظام پر تاریخی واقعاتی بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کی انگریزی کتاب، باب سوم، بحث بر "عمیون" اور "طلیغہ"

(۱۹۳) واٹ، محمد مدینہ میں (انگریزی) ص ۶

(۱۹۴) ملاحظہ ہو مضمون ہذا کا ص ۲۶ اور حوالے ص ۸۶ اور ص ۸۷

(۱۹۵) یہ غزوہ قرہہ تھا۔ قریش مکہ نے ایک بڑا کارواں شام کے لیے روانہ کیا۔ اس میں زیادہ تر سامان تجارت چاندی پر مشتمل تھا۔ ابن اسحاق کے بقول اس کارواں کی کمان اور کسی کے ہاتھ میں نہیں خود ابوسفیان بن حرب کے ہاتھ میں تھی اور اس کا رہنما درہمیر فرات بن حیان عجمی جیسا ماہر شخص تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت زید بن حارثہ نے اس پر قرہہ نامی چشمہ پر چھاپہ مارا۔ لوگ تو بیچ نکلے مگر سارا سامان تجارت مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۳۶۲؛ ابن ہشام دوم ص ۶۰۹؛ داقدی ص ۱۹۴؛ ابن سعد، دوم ص ۳۶؛ طبری، دوم ص ۴۹۲۔ نیز ملاحظہ ہو: واٹ، محمد مدینہ میں، ص ۲۔ ابن اسحاق وغیرہ کے علاوہ دوسرے مآخذ میں کارواں قریش کی امارت صفوان بن امیہ مجھی کے ہاتھ میں تھی۔ واٹ کا اس سے یہ نتیجہ کہ مکہ میں ابوسفیان کا ایک مخالف فریق ابھر رہا تھا صحیح نہیں ہے ہم دیکھ چکے ہیں کہ قریشی کارواں مختلف سرداران قریش کی قیادت میں شام جاتے رہے تھے۔ اور عموماً یہ کارواں قریش کے انفرادی خاندانوں کے ہوتے تھے۔ عام طور سے پورے قبیلہ کا ایک قافلہ نہیں جاتا تھا۔ صرف پدر سے پہلے جانے والا کارواں قومی یا قبائلی سطح کا تھا جس کے خاص اسباب تھے۔

(۱۹۶) حضرت زید بن حارثہ کا یہ سریہ العیص گیا تھا۔ ایک مکی کارواں ابوالعاص بن ربیع، داماد رسول کریم، کی زیر قیادت شام سے مکہ واپس ہو رہا تھا۔ اس میں حضرت

ابوالعاص کی اپنی تجارت کے علاوہ بعض دوسرے قریشی تاجروں کی دولت بھی لگی تھی۔ بہر حال انہیں میں اس پر حضرت زید نے چھاپہ مارا اور اس بار کارواں کے ساتھ ساتھ بعض لوگوں کو بھی پکڑ لیا اگرچہ امیر کارواں بیچ نکلے تھے لیکن وہ بعد میں خود مدینہ آئے تھے اور حضرت زینب اپنی مسلم بیوی کے یہاں پناہ گزیں ہوئے تھے۔ اس سریہ میں دو اہم نکات توجہ کے طالب ہیں۔ اول یہ کہ یہ چھاپہ انہیں میں مارا گیا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس مقام سے قریشی کارواںوں کا گزرنا ناگزیر تھا جیسا کہ کہیں اور کہا جا چکا ہے۔ دوسرے غالباً مکہ والوں نے اپنی گرتی ہوئی تجارت کو آخری سنبھالا دینے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد کا سہارا لیا تھا شاید اس خیال سے کہ مسلمان ایسے کسی قریشی کارواں پر حملہ نہ کریں گے۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۳۱۶؛ واددی ص ۵۵۳؛ ابن سعد دوم ص ۵؛ طبری دوم ص ۶۴۔ نیز واٹ، محمد مدینہ میں، ص ۲۵۔ موصوف کا یہ خیال صحیح معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالعاص بن زبیع کو حضرت زینب کی مداخلت پر پناہ اور بعد میں ان کا مال تجارت واپس دے کر ایک نئی پالیسی اختیار کی تھی اور جس کا مقصد مکہ والوں کو جیتنا تھا۔ اس حقیقت میں اس کا یہی اثر ہوا تھا۔ اس سریہ کے سلسلے میں یہ نکتہ بہت اہم ہے کہ مکہ والوں نے یہ کارواں عراقی شاہراہ سے بھیجا تھا لیکن اس پر بھی وہ شاہراہ پر جانے والے کارواںوں کی طرح مسلمانوں سے بیچ نہ سکا۔

(۱۹۷) متعدد جدید مورخوں نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے مثلاً واٹ، محمد مکتبہ ص ۲۔

(۱۹۸) ابن اسحاق ص ۲۹۵ کا بیان ہے کہ گاؤں کی ان دو باندیوں کے درمیان مصائب اس علاقے کے ایک جہنی سردار مجدی بن عمر جہنی نے کرائی تھی۔ اور قرضہ

قرض خواہ کو اس کی رقم واپس دلانے کا وعدہ کیا تھا۔

(۱۹۹) بخاری، الجامع النبی، اسلام ابی ذر؛ ابن سعد، چہارم ص ۲۲۵۔

(۲۰۰) واقدی ص ۳۵؛ بخاری، کتاب المغازی، روایت حضرت سعد بن معاذ۔

(۲۰۱) غزوہ قردہ کے بارے میں ابن اسحاق کا ایک جملہ مدینہ سے مخلصیت اور اس کی خطرناکی کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ بدر میں جو کچھ ہو چکا تھا اس کی وجہ سے قریش اپنے شامی راستے پر کارواں بھیجنے سے خوفزدہ تھے۔ گویا کہ بدر سے پہلے ان کے کارواں اس راستے پر جو گزرتے تھے وہ اس حقیقت کا اعلان تھے کہ اب تک ان کی تجارت کو کوئی خاص خطرہ نہیں محسوس ہوا تھا۔ ملاحظہ ہو، مذکورہ بالا ص ۳۶۲

(۲۰۲) ابن اسحاق ص ۲۹۱؛

(۲۰۳) ابن اسحاق ص ۲۹۱

(۲۰۴) ابن اسحاق ص ۲۹۱ کا بیان ہے کہ ابوسفیان نے قریش کو جو پیغام بھیجا تھا اس کا مفہوم یہ تھا کہ ”چونکہ تم لوگ اپنے کارواں اپنے آدمیوں اور اپنے مال کو بچلنے نکلے تھے اور خدا نے اس کو بچا بھی دیا ہے اس لیے اب واپس آ جاؤ“

(۲۰۵) ابن اسحاق، ص ۲۹۸ وغیرہ۔

(۲۰۶) احنس بن شریق ثقفی جو بنو زہرہ کے حلیف تھے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا تھا جس کے نتیجے میں تمام زہری مکہ واپس لوٹ گئے تھے اور مآخذ کے مطابق ایک زہری نے بھی جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اسی طرح بنو عدی بن کعب بھی جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ بنو ہاشم میں حضرت علی کے بڑے بھائی طالب کچھ اور قریشیوں کے ساتھ مکہ لوٹ گئے تھے جب کہ عقیل بن ابی طالب اور عباس بن عبدالمطلب شامل ہونے لگے۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۲۹۶ اور ص ۳۱۲

(۲۰۷) ابن اسحاق ص ۲۹۶ کے مطابق ابو جہل نے کہا تھا "خدا کی قسم ہم واپس نہ جائیں گے جب تک بدر تک نہ ہو آئیں وہاں ہم تین دن گزاریں گے، اونٹ قربان کریں گے، دو تین اڑائیں گے اور شرابیں پیئیں گے اور باندیاں ہمارے لیے ناچیں گائیں گی اور تمام عرب سُن لیں گے کہ ہم یہاں آئے اور جمع ہوئے چنانچہ مستقبل میں وہ ہمارا احترام کریں گے۔"

(۲۰۸) ابن اسحاق ص ۲۹۷

(۲۰۹) ایضاً۔

(۲۱۰) واقدی ص ۲۸

(۲۱۱) واقدی ص ۲۸

(۲۱۲) حضرت عبدالرحمن بن عوف (متوفی ۳۲ھ) دولت مند ترین صحابہ میں سے تھے۔ انھوں نے اپنی وفات کے وقت راہ خدا میں پچاس ہزار دینار کی رقم وقف کی تھی جبکہ ان کی کل دولت کا اندازہ مشکل تھا۔ ملاحظہ ہو ابن سعد، سوم ص ۱۳۶۔ حضرت سعد بن وقاص زہری (متوفی ۵۵ھ) نے اپنی وفات کے وقت دو لاکھ پچاس ہزار درہم ترکہ چھوڑا تھا۔ ایضاً ص ۱۳۹۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمی کو عراق سے چار پانچ لاکھ سالانہ اور صرف سیراۃ سے دس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی بے شکل غلہ ہوتی تھی۔ ابن سعد، سوم ص ۲۲۱۔ جبکہ ان کا ترکہ بائیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار پر مشتمل تھا، ایضاً ص ۲۲۲

(۲۱۳) ابن اسحاق ص ۳۳۶

(۲۱۴) ابن اسحاق ص ۳۴۳

(۲۱۵) ابن سعد دوم ص ۶۶

(۲۱۶) ایضاً ص ۱۳۵۔

(۲۱۸) ابن سعد دوم ص ۱۶۶

(۲۱۷) واقدی، ص ۸۲ اور ص ۸۳